آہ و فغاں

ڈاکٹر محمد الیاس عاجز



مرتب

دعا علی



شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

دعائے ادب ہے ادب زندگی ہو

خدایا سخن سے مرے روشنی ہو

دعا علی

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آہ فُغاں

شاعر۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر محمد الیاس عاجز

تاثرات۔۔۔۔۔۔۔ سردار محمد شمیم

مرتب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دعا علی

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دعا علی

اشاعت۔۔۔۔۔2024-03-15

آن لائن مرتب کردہ کتب

1۔وجودِزن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
2۔رمزِ دعا
3۔ چشمِ نم
4۔شبِ ہجراں
5۔تم کیوں اُداس ہو
6۔سعد اللہ شاہ(منتخب غزلیں)
7۔بارش نے کہا مجھ سے
8۔دعائے عقیدت
9۔سُفنے مار گئے
10۔ہم تمھیں نہیں بھولے
11۔عزیز عادل(منتخب غزلیں)
12۔چناروں سے اٹھتا دھواں
13۔دعائے نیم شب
14۔بکھرے پات
15۔ سلگتے حرف
16۔چن چناں دے معاملے
17۔ نظم کہتے رہو
18۔بنتِ حوا
19۔اک عمر کی مسافت
20۔ صلی اللہ(نعتوں کا مجموعہ)
21۔بکھرے ہیں خواب میں
22۔محبت آگ جیسی ہے
23۔دسمبر کہہ رہا ہے
24۔شب ڈھلے
25۔پلکوں کی راکھ
26۔ہونٹوں پہ دکھ
27۔پوروں کے خواب
28۔سرسراتا دکھ

ایک شاعر کی اک کتاب کے ساتھ
آج شہرِ سخن میں آئی ہوں!

دعا علی



ایک جھٹکے سے ہم بکھر جائیں
تیری آنکھوں کا خواب تھوڑی ہیں

جداگانہ اندازِ سخن

شاعری دراصل اپنے گردونواح سے لے کر ذات کے داخلی ماحول تک پھیلی ہوئی کیفیات کو انتہائی لطیف انداز میں بیان کرنے کا فن ہے۔ جہاں شاعر زمان و مکاں میں پھیلے ہوئے فاصلوں کو سمیٹتے ہوئے کمال اختصار و جامعیت کے ساتھ وہ سب کچھ بیان کر دیتا ہے۔

جس کو ادب کی دوسری اصناف کے ذریعے اشکار کرنے کے لئے پہروں خامہ و قرطاس کو ساتھ رہنا پڑتا ہے۔

شعری صنفِ سخن کو بروئے کار لا کر ادب کی ترویج و نمو کے لئے مصروفِ عمل ہماری آج کی شخصیت ڈاکٹر محمد الیاس عاجز صاحب ہیں۔

آپ کی شاعری اقدارِ معاشرت اور اطوارِ مہر و محبت سے لے کر حسنِ فطرت اور حوادثِ کون و مکاں تک موجزن متنوّع مضامین پر کمند ڈالتی نظر آتی ہے

اور نہایت پختہ انداز میں اپنا نفسِ مضمون اپنے قارئین کی نظروں کی نذر کرتی ہے۔ معاشرتی بے حسی پر طنز کرتا اسلوب دیکھا جائے تو شاعر کے داخلی کرب کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

چیتھڑے جس کو میسّر نہ ہوئے جیتے جی
بعد مرنے کے اُسے کیسا سجانا یارو



اگر عشق و محبت میں وصل و فراق کے لمحات کی اثر انگیزی کو محسوس کرنا مقصود ہو تو بالکل الگ اندازِ سخن ملتا ہے۔

عشق مصلوب ہوا وصل کے ہاتھوں جس کا
رائیگاں اُس کو ہے پھر زہر پلانا یارو



اسی طرح جب غیرت و پندار کی اہمیت و حفاظت پر کچھ پڑھنا مطلوب ہو تو میں شرق و غرب تک پھیلے افکار کی غمّاز یہ شعر دیکھ لیں:

قتل کس واسطے انا کر دی
کیا ملا تجھ کو التجا کر کے



مختصر یہ کہ آپ کی شاعری ادب مطلعِ خاور پر صورتِ مہرِ تاباں یوں نور فگن ہے کہ نو واردانِ شعر و سخن تا دیر مستفیض ہوتے رہیں گے۔ دعا ہے کہ محترم عاجز صاحب اندازِ سخن ادب کے بامِ ثرّیا تک ترفع کا صلہ پائے۔

(آمین)

سردار محمد شمیم آزاد کشمیر

تعارف "ڈاکٹر محمد الیاس عاجز"

نام: محمد الیاس

قلمی نام: ڈاکٹر محمد الیاس عاجز

پیدائش: سیالکوٹ

تاریخ پیدائش: 1 فروری 1974

تعلیم: ایم فل اُردو

ذریعہ معاشرہ: درس و تدریس

صدرِ شعبہ اردو دی کالج آف آرٹس اینڈ سائنسز سیالکوٹ

اصناف: اردو شاعری، پنجابی شاعری، اردو پنجابی افسانہ نگاری، کالم نگاری

بیورو چیف سیالکوٹ (پنجابی چانن) ساہیوال

ادبی عہدہ: انفارمیشن سیکرٹری (بزمِ علم و ادب پاکستان)

تصانیف: دار سے پہلے" غزلوں کا مجموعہ زیر طبع"

اعزاز:

1۔ علامہ اقبال ایوارڈ برائے ادبی خدمات 2021

2۔ علامہ اقبال ایوارڈ برائے ادبی خدمات 2022

3۔ علامہ اقبال ایوارڈ برائے ادبی خدمات 2023

اس کے علاوہ بے شمار ادبی ایوارڈ ہیں۔

غزل

اب ہوگیا ہوں مَیں بھی تھوڑا مصلحت پسند
دانا جو کہہ رہے ہیں مُنافق کو عقل مند

خُوئے غُلامی راس جسے آگئی یہاں
کیسے بھلا وہ ہو گا کبھی پھر خطر پسند

کج فَہمی کھا گئی ہے مری نَسل کا شُعور
ہر شخص مرے شہر کا اک خَول میں ہے بند

موسم فَسُردہ شہر میں اُترا ہے اس قدر
ذی نَفس کوئی دکھتا نہیں مجھ کو خورسند

آخر وہ نکلی زہرِ ہلاہل جنابِ شیخ
تقلید جس کو آپ بھی کہتے رہے ہیں قند

جی بھر کے رو اے دھرتی ماں اپنے نصیب کو
کہ تجھ کو بیچ کھا گئے فرزندِ اَرجُمَند

☆☆☆

غزل

میں دیکھتا ہوں خواب کی تعبیر وغیرہ
کرتا نہیں ہے کوئی بھی تدبیر وغیرہ

پیہم نہ کٹے تھوڑی روز اگر تو
کٹتی نہیں ہے پاؤں کی زنجیر وغیرہ

اُس چشمِ فُسوں کار نے دل زخمی کیا ہے
جتنا کہ نہیں کرتا کوئی تیر وغیرہ

پسماندگانِ عشق کا جب ذکر چلا تو
یاد آئے مجھے درد و ناصر میر وغیرہ

اک چلہ کاٹا عشق کا تو پیچھے پھرتے ہیں
درویش، سادھو، سنت کیا ؟ سب پیر وغیرہ

قسمت ہے میاں کارِ مشقت سے ہی مشروط
مومن کے لیے کچھ نہیں تقدیر وغیرہ

قرطاس و قلم چھین لیا وقت نے عاجز
اپنی تھی فقط ایک ہی جاگیر وغیرہ



غزل

پہلے اس ملک میں قانون بنایا جائے
دار سے پہلے مجھے جُرم بتایا جائے

بعد پھانسی کے باعِزّت نہ مجھے کرنا بری
فیصلہ قبل سزا مجھ کو سُنایا جائے

کاسہ لیسی کا ہنر مجھ کو نہیں آتا جناب
مجھ پہ غداری کا الزام لگایا جائے

مجھ کو معلوم ہے تاراج کیا جاؤں گا
کر دیا جائے تمسخر نہ اُڑایا جائے

چیر کے سینہ زمیں کا وہ نکل آتے ہیں
جن کو بے جُرم تہہِ خاک دبایا جائے

حاکمِ وقت ریاست ہے اگر ماں جیسی
پھر تو مخلوق کو فاقوں نہ سلایا جائے

مُلک دُشمن کو سزا مِل کے رہے گی عاجز
کیا ضروری ہے کہ تُجھ کو بھی دکھایا جائے



غزل

مری آہ و فُغاں سُن کر خفا دربار ہیں مُجھ پر
یہ لکھتے اُن کی جانب سے کئی اخبار ہیں مُجھ پر

مَیں باغی ہوں مگر پہلے بغاوت کا سبب جانو
وگرنہ ہتھکنڈے اوچھے سبھی بے کار ہیں مجھ پر

اِدھر بے زار ہوں مَیں حاشیہ بردار ٹولے سے
اُدھر ظِلِّ اِلٰہی بھی بڑے قہار ہیں مُجھ پر

اگر حکمِ اطاعت ہے تو پھر یہ یاد رکھ لینا
حُسینی ہوں کئی واجب ابھی انکار ہیں مجھ پر

سُبُک سر لوگ بستی کے مرا اب خوں بہائیں گے
کہ کھینچے شش جِہت سے تیر اور تلوار ہیں مجھ پر

اسیری میں حُرِیَّت کی فضا میں خود بناؤں گا
فلک تک جو اُٹھائے اب دَر و دیوار ہیں مُجھ پر

مَیں بیعت کر تو سکتا ہوں مگر پھر جھوٹ پر مبنی
قصیدے شاہ کے لکھنا بڑے دُشوار ہیں مجھ پر

مرے لفظوں میں رنج و غم سمٹ آتا ہے اُمَّت کا
کہ ماضی حال و مستقبل سبھی بیدار ہیں مجھ پر

نہ سمجھو کھیل لفظوں کا یہ دل کو چیر نکلے ہیں
وَرُودِ جسم و جاں عاجز جو بھی اشعار ہیں مجھ پر



غزل

کہانی محبت کی تم بھول جاتے
اگر داغ سینے کے ہم بھی دکھاتے

ستم گر تمھارا بھی کیا حال ہوتا
تقاضے محبت کے گر تم نبھاتے

اگر کوئی پیارا تمھیں چھوڑ جاتا
نہ جیتے نہ مرتے نہ تم چین پاتے

جو مجھ سے بچھڑنا تھی خواہش تمھاری
بچھڑ تم نہ سکتے اگر مل کے جاتے

زمانے پہ تم نے تو سب کچھ لُٹایا
بڑی بات تھی گر محبت لُٹاتے

مناتے رہے ہم سدا اُن کو عاجز
بہت خوب تھا جو خدا کو مناتے

☆☆☆

غزل

پیوست اپنے دل میں تب خار دیکھتا ہوں
دشمن کی صف میں اپنے جب یار دیکھتا ہوں

نیلام ہو چکے ہیں تیر و کمان اپنے
دستِ عَدُو میں اپنی تلوار دیکھتا ہوں

دن رات اُگ رہی ہیں فصلیں سَروں کی لیکن
انسان سے میں خالی سنسار دیکھتا ہوں

بے چینیاں ہیں پھیلیں لشکر کی خیر مولا
اپنی صفوں میں گُھستے غدار دیکھتا ہوں

بنیاد ہل چکی ہے انصاف کی وطن میں
منصف کے سر سے گرتی دستار دیکھتا ہوں

کپڑا مکان روٹی سب کو نہیں میسر
اپنے وطن سے دیگر اُس پار دیکھتا ہوں

ہر سال چہرے بدلے قسمت نہ بدلی عاجز
لیکن تماش بینی ہر بار دیکھتا ہوں



غزل

چنگ و رباب لے لیے تلوار کے عوض
غیرت لُٹی ہے دِرہم و دینار کے عوض

شاہیں نے قصد کر لیا قصرِ بلند کا
رسیا ہوا کباب کا رفتار کے عوض

پرواز جس کی ہفتمِ افلاک پر تھی اب
رنگِ شِکَستہ ہے ترے افکار کے عوض

فردوس تھا ٹھکانہ ترا کیا ہوا کہ پھر
جنت کو چھوڑ آیا تو سنسار کے عوض

لاحق ہوا ہے وہن مری ساری قوم کو
سہتی ہے ظلم اپنے ہی کردار کے عوض

اپنے لہو سے سینچا گلستانِ رنگ و بُو
پھر مُلک بیچے بوسئہ رُخسار کے عوض

اقلیم آنی جانی ہے عاجز یہ جان لے
اِس کو نہ کر قبول تُو دستار کے عوض



غزل

جسم سے روح کو جُدا کر کے
چھوڑ جائے گا پھر دغا کر کے

اس کے ہونٹوں پہ اک تبسم ہے
مجھ پہ سارے ستم روا کر کے

عشق میں خال خال بچتے ہیں
باقی جاتے ہیں سب فنا کر کے

مَیں نے خود کو بچایا مدت تک
ایک انساں سے بھی بھلا کر کے

رند ٹھہرا ہے باپ میرا کیوں
ایک چھوٹی سی بس خطا کر کے

قتل کس واسطے انا کر دی
کیا ملا تجھ کو التجا کر کے



غزل

مُجھ کو آیا نہ زمانے کو لُبھانا یارو
تم کو جو جو بھی ملے اُس کو بتانا یارو

عشق میں دیکھا نہیں مَیں نے گریبان سلامت
تم نے دیکھا ہو تو مجھ کو بھی دکھانا یارو

مجھ کو بدنام بھی کرتے ہو تو خامی کے بغیر
اچھا لگتا نہیں بے پر کی اُڑانا یارو

عشق مصلوب ہوا وصل کے ہاتھوں جس کا
رائیگاں اُس کو ہے پھر زہر پلانا یارو

روزِ اول سے مرے ملک پہ چھائی ہے خزاں
بن پڑے تم سے کوئی پیڑ اُگانا یارو

چیتھڑے جس کو میسر نہ ہوئے جیتے جی
بعد مرنے کے اُسے کیسا سجانا یارو

تن بدن راکھ ہوا سوزِ وطن سے عاجز
اب مناسب ہی نہیں اور جلانا یارو



غزل

اب آستیں میں اپنی کوئی مار نہیں ہے
خوش بخت ہوں کہ میرا کوئی یار نہیں ہے

سب اپنے مفادات کی خاطر ہیں پریشاں
اس ملک سے اب کوئی وفادار نہیں ہے

ہم مانتے ہیں چور محافظ سے ملے ہیں
گھر والوں سے بھی تو کوئی بیدار نہیں ہے

کس کو سنائیں داستاں اپنی تباہی کی
شُنوائی کو تو اب کوئی دربار نہیں ہے

کس نے کیا ہے میرے سپاہی کو تہی دست
کہ ہاتھ میں اب تیر یا تلوار نہیں ہے

سرجُھک گیا جو غیر کی چوکھٹ پہ ترا وہ
کندھوں پہ رکھا قابلِ دستار نہیں ہے

یہ ملک زبوں حالی سے دو چار ہے عاجز
اور کہتے ہو کہ کوئی بھی غدار نہیں ہے



ہو پذیرائی شاعروں کی دعا

ایسی اک بزم کو سجاتے ہیں

دعاعلی